جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۱۲)

(گزشتہ سے پیوستہ)

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ، قَالَ: مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ؟ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ: نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ، اٰمَنَّا بِاللّٰہِ، وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ،

پھر جب عیسیٰ نے محسوس کیا کہ (میری قوم کے) یہ لوگ ہر حال میں آمادۂ انکار ہیں تو اُس نے (حواریوں[۱۰۲] سے) کہا: کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے؟[۱۰۳] حواریوں نے جواب دیا: ہم ہیں اللہ کے مددگار،[۱۰۴] ہم اللہ[۱۰۵] پر

---

[۱۰۲] یہ لفظ غالباً عبرانی سے عربی زبان میں آیا ہے۔ اس کے معنی قریب قریب وہی ہیں جو ہمارے ہاں لفظ انصار کے ہیں۔ یعنی حامی، ناصر اور مددگار۔ یہاں یہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے ان خاص شاگردوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو آپ پر ایمان لائے، ہر قسم کے سرد و گرم حالات میں آپ کی مدد کی اور بالآخر آپ کی دعوت کے نقیب بن کر بنی اسرائیل کی ایک ایک بستی میں پہنچ گئے۔

[۱۰۳] یعنی مسیح علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کے علما اور سرداروں کے رویے سے یہ محسوس کر لیا کہ ان پتھروں میں جونک لگانا ممکن نہیں ہے اور اب یہ انکار کا فیصلہ کر چکے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے مدد چاہی کہ اللہ تعالیٰ آگے کے مراحل میں جو ذمہ داری بھی انھیں دیں، اس کو پورا کرنے میں وہ ان کے مددگار بن کر کھڑے ہوں۔ اس کے لیے جو جملہ ان کی زبان سے نکلا ہے، اس سے، اگر غور کیجیے تو استاذ امام کے الفاظ میں جس طرح جوش دعوت کا اظہار ہو رہا ہے، اسی طرح یہ بات بھی نمایاں ہو رہی ہے کہ اس دعوت کے ساتھ وہ گویا یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ میں تو اپنے رب کی راہ پر، یہ دیکھو، چل کھڑا ہوا ہوں۔ اب جس

اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ، وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ، فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیے کہ ہم نے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ پروردگار، ہم نے اُسے مان لیا ہے جو آپ نے نازل کیا ہے اور (اِس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے) رسول کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ سو آپ ہمیں اس کی گواہی دینے والوں میں لکھ لیں[۱۰۶]۔ ۵۲۔۵۳

کے اندر حوصلہ ہو، وہ اس وادی پر خار میں میرا ساتھ دے۔

[۱۰۴] اصل الفاظ ہیں: 'نحن انصار اللّٰہ'۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کی طرف سے 'من انصاری الی اللّٰہ' کی دعوت کے جواب میں 'نحن انصارك الی اللّٰہ' کہنے کے بجائے یہ الفاظ جس مدعا پر دلالت کرتے ہیں، استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

''سیدنا مسیح کے ارشاد میں 'الی' اس مسافت کو واضح کر رہا ہے جو راہ اور منزل کے درمیان واقع ہے اور ایک داعی کی حیثیت سے ان کے شایان شان یہی تھا کہ اس راہ کی مشکلات اور درمیان کی مسافت سے آگاہ کر دیں، لیکن حواریین نے جواب میں جوش فدویت کی ایک ہی جست میں گویا ساری مسافت طے کر لی ہے اور دعوت حق کے اس نازک مرحلے میں ان کے جذبۂ ایمان واسلام کے شایان شان بات یہی تھی۔'' (تدبر قرآن ۲/۹۹)

[۱۰۵] اس سے آگے ان تضمنات کی تفصیل ہے جو 'من انصاری الی اللّٰہ' کے اجمال میں چھپے ہوئے تھے۔ اس سے واضح ہے کہ حواری اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اللہ کے انصار ہونے سے کیا مراد ہے اور آدمی کو اس کے لیے کیا کچھ کرنا چاہیے۔

[۱۰۶] مطلب یہ ہے کہ یہ حق ہم پر واضح ہوا ہے تو اب ہم اس کے چھپانے والے نہیں، بلکہ دوسروں کے لیے اس کی گواہی دینے والے بن کر رہیں گے۔ لہٰذا قیامت کے دن ہمارا نام انھی لوگوں میں لکھا جائے، حق کو چھپانے والوں میں نہ لکھا جائے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org